ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

آداب استیذان اور عصر حاضر میں اس کے اطلاق کا تفسیری نکات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Respects of Istizan in the light of Tafseeri points and its application in contamparary Era

(An Analytical study)

Dr.M.Mudassar Shafique*
DR. Moazzam Ali**
Dr.M.Sarfraz khalid***

ABSTRACT

The dependence of human life revolves around morality, politics, beliefs and prayerfulness. All these facets are intensely significant but socialism and morality are directly connected with the individual as well as the collective aspect of a society. It is because if disintegration is generated in social system or peace and calmness vanished from sphere of human life than disintegration, hypocracy and enemity start taking place in human life. This is the solid reason on behalf of which our Din-e-Islam has made detailed discussion on every fact of social system. The system of social life given by the Islam is consise and entirely the nature of human being. The evils that are being prevailed in Pakistani society are sole cause of rejecting the teachings of Quran and Sunnah. Out of all these commandments one was victimized by social rights, the arrival and departure of the people into the other's home without taking permission is also the main reason on the basis of which not only the commandments of veil have been demolished butasa liberalism shamefulness, obscenic trends and unveiled custom activities are openly generalized. In this article, the Islamic orders relevant to the entry of taking permission of homes are entirely discussed in which many other pertinent matters have also been under discussion.

Key words: Social issue, Light of Islamic teachings, Entry in houses (Isteyzan), contemporary issue

اسلام نے معاشرتی اور اجتماعی تربیت کا بہت اعلیٰ اہتمام کیا ہے اور اس نے کوئی ایسی چھوٹی یا بڑی چیز نہیں چھوڑی جس کی وضاحت نہ کی ہو، اس کا تعلق حقوق والدین سے ہو یا حقوق زوجین سے، اولاد کے حقوق ہوں یا باقی اسلامی معاملات کی مدلل وضاحت فرمائی ہے اور ان تمام معاشرتی آداب میں "اجازت لینے کے آداب" بھی شامل ہیں۔ تمام معاشرتی امور میں "آداب استیذان" ایک واضح امر ہے اور یہ اتنا حساس معاملہ ہے کہ دوسروں کے ذہن میں اپنی ضرورت کا احساس پیدا کر ہی دیتا ہے اور اسلام نے اس معاشرتی پہلو کا بڑا ہی اہتمام کیا ہے۔ اس کو کلی طور پر تفصیل کے ساتھ ایک ایسی سورت میں بیان فرمایا ہے جو افراد اور معاشرہ کی ضرورت کے بڑے بڑے احکامات پر مشتمل ہے۔

Visiting lecturer, Numl University, (Multan campus) *

Lecturer Govt. Degree college of special education, Bahawalpur**

Associate professor, Garission University, Lahore***

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

رسول کریم ﷺ نے ان احکامات کو نافذ کیا اور اپنے صحابہ کرامؓ کے لئے بہترین انداز میں اس وقت بیان فرمایا جب کہ ان میں جاہلیت کے کالے قوانین قائدانہ حیثیت اختیار کیے ہوئے تھے۔ موجودہ دور میں کچھ لوگوں نے استیذان کے احکام وآداب سے تجاہل عارفانہ اختیار کر رکھا ہے۔ سلف صالحین کی کتب میں اس موضوع کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے لیکن اس کو ایک مختصر بحث میں ڈھالنے کی ضرورت ہمیشہ سے محسوس کی جاتی رہی ہے۔

لغوی واصطلاحی تعریف

استیذان کا سب سے زیادہ قابل ذکر معنی "جاننا اور معلوم کرانا" ہے۔[1] ابن منظور نے کہا ہے: "اس کو معاملہ سمجھادیا، معلوم کرادیا"۔[2]

فیروز آبادی نے کہا ہے کہ "وَاسْتَأْذَنَہ" اس نے اجازت طلب کی۔[3] فقہاء کی اصطلاح میں استیذان "رکاوٹ کو توڑنا" کے معنی میں ہے۔ یعنی کسی شرعاً ممنوع چیز کے استعمال میں آزادی حاصل کرنا۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایسی جگہ یا ایسے وقت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا جس کا اجازت چاہنے والا مالک نہ ہو۔[4]

گھروں میں داخلے کے آداب

استیذان ایک ایسا معاشرتی پہلو ہے جس پر وقت گزرنے کے ساتھ عمل انتہائی کم ہوتا جارہا ہے جس کی بناء پر معاشرے میں بے تکلفی کے نام پر ایک دوسرے کے گھروں میں بے جھجک داخل ہونا کوئی عار نہیں سمجھا جاتا جس کی وجہ سے بے پردگی کے علاوہ کئی گھروں میں معاشرتی بے راہ روی زور پکڑتی جارہی ہے۔ اسی لیے قرآن نے حکم دیا کہ

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ "[5]

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

سورۃ نور کے آغاز میں جو احکام دیے گئے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ اگر معاشرے میں برائی رونما ہو جائے تو اس کا تدارک کیسے کیا جائے؟ اب ان معاملات کا ذکر کیا جارہا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں سرے سے برائیوں کی پیدائش ہی کو روک دیا جائے اور تمدن کے طور پر طریقوں کی اصطلاح کرکے ان اسباب کا سدباب کر دیا جائے جن سے اس طرح کی خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ ان خرابیوں کی

---

[1]، علی بن احمد واحدی نیشاپوری، **المعجم الوسیط** (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، 1420ھ)، 11:1

[2]، محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، **لسان العرب** (قم ایران: مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ)، 13:9

[3] محمد بن یعقوب فیروز آبادی، **القاموس الوحید** (بیروت: مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)، ص1014

[4] علی بن محمد جرجانی، **التعریفات** (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، 1418ھ)، ص15

[5] النور، 27:24

ایک وجہ گھروں میں بے تکلف آنا جانا بھی ہے اسی لئے اس کے متعلق اس قدر سخت احکامات آئے ہیں۔ قرآن کریم کی آیت میں **"تستانسوا"** استعمال ہوا ہے جس کو عموماً لوگوں نے تستاذنو کے معنی میں لے لیا ہے۔ لیکن در حقیقت دونوں میں ایک لطیف فرق ہے جس کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ اگر **حتی تستاذنو** فرمایا جاتا تو آیت کے معنی یہ ہوتے "لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو" تستانسو عربی اور اردو میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی "انس معلوم کرنا" ۔ پس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک کہ ان کو مانوس نہ کر لو یا ان کا انس معلوم نہ کر لو۔ یعنی یہ معلوم نہ کر لو کہ تمہارا آنا صاحب خانہ کو ناگوار تو نہیں ہے وہ پسند کرتا ہے کہ تم اس کے گھر میں داخل ہو۔[6] یعنی اندر داخل ہونے کی رضا، انسیت حاصل کرو۔ بہر حال یہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب اسے اجازت دی جائے گی تو اس کی پریشانی ختم ہو جائے گی تو "تستانسو" **کا معنی ہو گا** "تستاذنو"[7]

سبب نزول

اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اس قسم کے آداب کے عادی نہ تھے صبح بخیر یا شب بخیر کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر گھر میں آ گھسے اسلام نے اس طریقہ کار کو سختی سے روک دیا اور حکم دیا کہ اگر کسی کے ہاں جانا پڑے تو اس کا طریقہ ہے کہ باہر کھڑے ہو کر اذن طلب کرو۔[8]

ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "حضرت عدی بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے گھر میں اس حال میں ہوتی ہوں کہ اس حال میں، میں یہ نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے دیکھے خواہ میرا والد ہو یا میرا بیٹا ہو۔ ہمارے گھر میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور ایسے حال میں ہوتی ہوں۔"[9] اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

استیذان کی حکمتیں

مفتی محمد شفیع صاحب استیذان کی حکمتوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اس کے رہنے کی جگہ عطا فرمائی خواہ وہ مالکانہ ہو یا کرایہ وغیرہ بہر حال اس کا گھر اس کا مسکن ہے اور مسکن کی اصل غرض سکون و راحت ہے اور یہ راحت تبھی حاصل ہو سکتی ہے اگر انسان دوسرے کسی شخص کی اجازت کے بغیر گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام اور آرام کر سکے۔"[10] اسی بات کو آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی بھی لکھتے ہیں کہ "اجتماعی ماحول میں انسان مجبور ہے کہ اپنے اوپر کچھ پابندیاں عائد کرے اور اپنی

---

[6] سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1998)، 376:3

[7] احمد بن سلیمان العریبی، **اجازت لینے کے احکام**، (ترجمہ (ابو عثمان حبیب) لاہور: حدیبیہ پبلیکیشنز اردو بازار، 2003ء)، ص 28،

[8] پیر کرم شاہ الازہری، **ضیاء القرآن** (لاہور: ضیا القرآن پبلیکیشنز)، 9:3-308

[9] محمد بن جریر طبری، **جامع البیان**، (بیروت: دار الفکر)، رقم الحدیث، 19620،

[10] مفتی محمد مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن** (کراچی: ادارہ معارف، ۱۴۲۳ھ)، 386:6

آمدورفت میں تحمل کرے لیکن واضح ہے کہ شب وروز اپنے آپ کو ان پابندیوں میں جکڑے نہیں رکھ سکتا۔ اس کی خواہش ہے کہ شب وروز میں کچھ مدت آزاد رہے، آرام کرے، اپنے گھر والوں اور اولاد سے نجی گفتگو کرے اور جتنا ممکن ہو اس آزادی سے فائدہ اٹھائے۔"[11]

دوسری حکمت یہ ہے کہ جو شخص کسی سے ملنے گیا ہے جب وہ اجازت لے کر شائستہ انسان کی طرح ملے گا تو مخاطب بھی اس کی بات قدرومنزلت سے سنے گا اگر کوئی حاجت ہے تو اس کو پورا کرنے کا داعیہ اس کے دل میں پیدا ہو گا۔

تیسری مصلحت فواحش اور بے حیائی کا انسداد ہے کہ بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے یہ بھی احتمال ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے اور شیطان دل میں کوئی مرض پیدا کرے۔

چوتھی مصلحت بعض واوقات انسان اپنے گھر میں تنہائی میں کوئی کام کر رہا ہے جس پر دوسروں کو اطلاع کرنا مناسب نہیں سمجھتا مگر اب کوئی اجازت کے بغیر آتا ہے تو پوشیدہ راز کو زبردستی معلوم کرنے کی فکر میں گناہ اور دوسروں کے لئے موجب ایذا ہے۔[12]

امام شوکانی اس موضوع کے ضمن میں فرماتے ہیں "کہ جب اللہ تعالیٰ زناء اور تہمت کی ڈانٹ سے فارغ ہوا تو اس نے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی ڈانٹ کا ذکر چھیڑ دیا کیونکہ گھروں میں مردوزن کے اختلاط اور بلا اجازت داخل ہونے سے کبھی کبھی زناء یا تہمت کے اسباب و محرکات پیدا ہو جاتے ہیں۔"[13]

ذی محرم سے اجازت طلب کرنا

شارعؑ نے ذی محرم کے معاملہ میں انتہائی اہتمام فرمایا ہے اور یہ شریعت اسلامیہ کی خصوصیات اور ذی محرم کی حفاظت کی خیر خواہی کا حتی الامکان منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ گفتگو تمام ابحاث سے زیادہ اہم خیال کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے بھی کہ اکثر لوگوں سے مخفی ہے اکثر افراد ذی محرم سے اجازت لینے میں غفلت برتتے ہیں۔ اجازت طلب کرنا عام طور پر مشروع ہے اور اس میں ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

"قال رسول اللّٰہ ﷺ انماجعل الاستیذان من اجل البصر"[14]

"اجازت لینا نگاہ کی وجہ سے ہی ضروری قرار دیا گیا ہے۔"

---

[11] آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ** (مترجم (سید صفدر حسین نجفی) لاہور: مصباح القرآن ٹرسٹ، ۱۴۱۷ھ)، 215:8

[12] مفتی محمد مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 387:6

[13] محمد بن علی شوکانی، **فتح القدیر**، بیروت: مطبوعہ دارالمعرفہ، 1418ھ، 19:4

[14] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستیذان، باب الاسیذان من اجل البصر (بیروت: مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ھ)، رقم الحدیث 6241

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

اس حدیث سے ہر ایک پر داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کی مشروعیت اخذ کی جاسکتی ہے۔ یہاں تک کہ ذی محرم کے لئے بھی کیونکہ بے پردگی نہ ہو۔[15] ان آیات میں "یا ایھالذین امنو" سے خطاب کیا گیا ہے جو مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ چنانچہ نساء صحابہ کا بھی یہی معمول تھا کہ کسی کے گھر جاویں تو پہلے ان سے استیذان کریں۔[16] حضرت ام ایاسؓ فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہؓ کے پاس جایا کرتی تھیں اور گھر میں جانے سے پہلے استیذان لیا کرتی تھیں۔ جب وہ اجازت دیا کرتیں تو اندر جاتی تھیں۔[17] مفتی صاحب نے بھی یہی حدیث بیان کی ہے۔[18] حدیث نبوی ﷺ اور آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ یہ حکم عام ہے اور اس کا مقصد بے پردگی کا ڈر ہے۔ عورت کسی عورت کے پاس یا مرد کسی مرد کے پاس جائے استیذان کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی ماں اور بہن یا دوسری محرم عورتوں کے پاس آئے تو استیذان کرنا چاہیے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''وروی ان رجلا قال للنبیﷺ : استاذن علی امی؟ فقال: نعم، قال انہالیس لہا خادم غیر افاستاذن علیہا کلما دخلت؟ قال: اتحب ان تراھا عریانۃ؟ قال الرجل: لا قال: فاستاذن علیہا''[19]

''جب ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی ماں سے اجازت طلب کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اس نے کہا میں اس کی خدمت کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا اس سے اجازت لے کر داخل ہوا کر، اس نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اسے ننگی دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے اجازت لیا کرو۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں بیان آتا ہے: ''کہ ایک آدمی نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ میں اپنی ماں سے بھی اجازت طلب کروں؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا اگر تو اجازت نہیں لے گا تو ہو سکتا ہے تو اسے اس حالت میں دیکھے جس میں دیکھنا تو ناپسند کرتا ہے۔''[20]

ایک اور روایت میں ہے

---

[15] احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، **فتح الباری** (بیروت: مطبوعۃ دارالفکر)، 27:11

[16] مفتی محمد مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 387:6

[17] حافظ عماد الدین ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر** (بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۹ھ)، 605:3

[18] مفتی محمد مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 387:6

[19] (i) طبری، **البیان**، رقم الحدیث، 19624

(ii) علی بن جمعۃ الحویزی، **نورالثقلین** (قم، ایران: مطبوعۃ الحکمۃ)، 585:3

(iii) مفتی محمد مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 387:6

(iv) مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 216:8

[20] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب المفرد، باب یستاذن علی امہ (مکہ مکرمہ: دارالصدیق)، رقم الحدیث: 1060،

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

''خرج رسول اللّٰہ ﷺ یرید فاطمۃ علیہاالسلام وانا معہ: فلما انتہیت الی الباب وضع یدہ فدفعہ ثم قال: السلام علیکم، فقالت فاطمۃ علیہاالسلام: علیک السلام یارسول اللّٰہ ﷺ، قال: أدخل؟ قالت: ادخل یا رسول اللّٰہ، قال: ادخل ومن معی؟قالت: یا رسول اللّٰہ لیس علی قناع، فقال: یافاطمۃ خذیفضل ملحفتک فقنعی بہ رأسل ففعک، ثم قال: السلام علیکم، فقالت: وعلیک السلام یا رسول اللّٰہ، قال: أدخل؟ قالت: نعم یارسول اللّٰہ، قال: اناومن صعی؟ قالت: ومن معک، قال جابر: فدخل رسول اللّٰہ ﷺ''[21]

ایک مرتبہ پیغمبر اکرم ﷺ اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے، پہلے دروازے پر آکر ہاتھ رکھ کر اسے تھوڑا سا پیچھے ہٹایا پھر فرمایا اسلام وعلیکم۔ جناب فاطمہؓ نے اپنے والد گرامی کے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اجازت ہے کہ میں اندر آؤں؟ عرض کیا تشریف لائیے یارسول اللہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میرے ساتھ ہے کیا اسے بھی اجازت ہے کہ اندر آجائے؟ فاطمہؓ نے عرض کیا میرے سر پر چادر نہیں ہے پھر گئیں اور چادر لی اور جب باپردہ ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے پھر سلام کیا۔ فاطمہؓ نے جواب سلام دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر اپنے لئے داخل ہونے کی اجازت چاہی تو جب انہوں نے اجازت دی تو آپ ﷺ نے پھر جابر بن عبداللہؓ کے لئے اجازت لی۔

اس حدیث سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ جو کہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ اور ماڈل ہیں ان نکات کا کس قدر باریک بینی سے خیال رکھتے تھے۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ماؤں اور بہنوں سے بھی اجازت لے کر داخل ہوا کرو۔''[22]

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ اپنی ماں کے ہاں تھا۔ پس میرے والد تو داخل ہو گئے اور میں ان کے پیچھے تھا پس میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے سینے پر مار کر کہنے لگے تو بلا اجازت داخل ہونا چاہتا ہے؟[23]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں

''عن جابرؓ:یستاذن الرجل علی ولدہ وامہ وان کانت عجوزا واخیہ واختہ وابیہ''[24]

''کہ آدمی کو اپنے بیٹے اور ماں سے بھی اجازت لینی چاہیے اگرچہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو اور اپنے بھائی، بہن اور باپ سے بھی اجازت طلب کرنی چاہیے۔''

ان احادیث اور آثار سے اس امر کا فائدہ ہوتا ہے کہ اجازت طلب کرنا اصل مقصود ہے حتیٰ کہ ذی محارم پر بھی۔ لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی ماں، بہن اور جوان بیٹے، بیٹیوں سے اجازت طلب کرے۔ کیونکہ اگر وہ ان میں کسی پر بلا اجازت داخل ہو جائے تو اس کی نظر

---

[21] (i)الحویزی، **نورالثقلین**، 587:3

(ii)مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**،217:8

[22] ابن کثیر،، **تفسیر ابن کثیر**، 605:3

[23] بخاری، **الجامع الصحیح**،کتاب الادب المفرد، باب یستاذن علی ابیہ،رقم الحدیث:1061

[24] ایضاً، **کتاب الادب**،المفرد،باب یستاذن علی ابیہ وولدہ،رقم الحدیث:1062

ان کی شرمگاہوں یا جسم کے ایسے حصوں پر پڑ سکتی ہے جن کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اجازت طلب کرنے کے ان تمام امور میں صرف بیوی سے اجازت نہ لینا مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ بشرطیکہ گھر میں صرف خاوند بیوی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"لا تدخلو بیوتا غیر بیوتکم"

پس آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس حالت میں اجازت طلب نہ کرنا جائز ہے اور اس وجہ سے بھی کہ میاں بیوی کے درمیان کوئی خاص احترام مد نظر نہیں ہوتا اور اس بات کا ثبوت موسیٰ بن طلحہؓ کے اثر میں موجود ہے۔ ابن جریج کے اثر میں ہے کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آدمی بیوی سے اجازت طلب کرے؟ فرمایا نہیں! اور اس سے واجب نہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے ورنہ یہی بہتر ہے کہ اس کو اپنے داخل ہونے کی کسی طرح اطلاع ضرور کر دے اور اچانک اس پر داخل نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو جسے وہ پسند نہ کرتا ہو۔

جیسا کہ ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینب سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہؓ جب کسی ضرورت کے پیش نظر آتے تو دروازے پر پہنچ کر ایک طرف ہو جاتے اور کھانستے، اس خدشہ کے پیش نظر کہ ہم میں سے اگر کوئی ناشائستہ حالت پر ہے تو متنبہ ہو جائے۔[25]

یہ روایت ابن کثیر سے مفتی شفیع صاحب نے بھی نقل کی ہیں۔[26] اس مکمل بحث سے یہ ثابت ہوا کہ بیوی پر داخلہ بغیر اجازت واجب نہیں ہے لیکن مستحب اور اولیٰ یہی ہے کہ بیوی پر بھی اجازت طلب کی جائے جو دین اسلام گھر کے افراد کے لئے اس قدر اہتمام کر رہا ہے تو معاشرے کی بقاء کے لئے غیر محرم یا دوسرے لوگ جن کو آداب ملاقات سکھانا مقصود ہے ان کے لئے تو زیادہ سخت اقدام کیے گئے ہیں تاکہ معاشرہ میں حیاء شرم قائم رہ سکے جو دین اسلام کا اصل مقصد ہے۔ اب مزید جو لوگ گھروں میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں یا دروازے کھٹکھٹاتے ہیں ان کے اداب بیان کیے جا رہے ہیں کہ ان کو کیا طریقے کار اختیار کرنا چاہیے یا اجازت لینے کے لئے محرم اور غیر محرم کو سنت طریقہ کیا اختیار کرنا چاہیے؟

استیذان کا مسنون طریقہ

جیسا کہ قرآن میں ہے

حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا

اس میں کوئی شک نہیں کہ سلام کہنا شعائر اسلامیہ میں شامل ہے اور ان شعائر میں سے ہے جن کی رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ترغیب دی ہے اور سلام کا استیذان سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس کی بہت بڑی فضیلت ہے سلام کہنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب

[25] ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، 405:6

[26] مفتی محمد مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 388:6

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

ہے۔ یہاں پر ہم صرف سلام کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے ایک حدیث بیان کر رہے ہیں تاکہ جو لوگ سلام کے معاملہ میں سستی کرتے ہیں یا اس کی عظیم فضیلت کو بھول چکے ہیں ان کی یاددہانی کرانا مقصود ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے

''قال رسول اللّٰہ ﷺ: لاتدخلوا الجنۃ حتی توضوا ولا تؤ ضو حتی تعاجوا اولا ادلکم علی شئی اذا فعلتموہ تعابتم افشوالسلام بینکم''[27]

''تم جنت میں داخل نہ ہو سکو گے یہاں تک کہ ایمان لے آؤ اور اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں؟ جب تم اس کو اختیار کروگے تو آپس میں محبت کرنے لگ جاؤ گے ''آپس میں سلام عام کرو''۔

حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث میں ہے:

''عن البراین عاذبؓ قال امرنا رسول اللّٰہ لبسبع ''احدھم'' افشاء السلام''[28]

کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات کام کرنے کا حکم دیا اور ان میں ایک ''سلام کو عام کرنا'' ہے۔

سلام کہنا تو گزشتہ احادیث کی رو سے پیار و محبت بڑھانے کے لئے ہے لیکن سلام اور استیذان میں تقدیم کا مسئلہ اہل علم میں مختلف فیہ ہے۔ بعض نے کہا پہلے اجازت لی جائے کہ کیا میں داخل ہو جاؤں؟ السلام و علیکم ورحمۃ اللہ کیونکہ آیت کریمہ میں سلام پر استیناس (استیذان) کو مقدم کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کسی انسان پر نظر پڑ جائے تو پہلے سلام کہہ دے ورنہ اجازت لی جائے اور یوں کہے ''السلام علیکم'' کیا میں داخل ہو سکتا ہوں یہ بات حق اور درست ہے۔[29]

بنو عامر کی حدیث ہے کہ

''عن ربعیی قال: حدثنا رجل من بنی عامر انہ استاذن علی النبی ﷺ وھوفی بیت فقال: أألج؟ فقال فقال النبی ﷺ لخادمہ: اخرج الی ھذا معلمہ الاستیذان فقل لہ: قل: السلام علیکم أأدخل، فسمعہ الرجل فقال: السلام علیکم أأدخل، فاذن لہ النبی ﷺ فدخل''[30]

''بنو عامر کے ایک شخص نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ سے اس نے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ کیا میں اندر آجاؤں؟ نبی کریم ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا جاؤ اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ اور اس سے کہو کہ یوں کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس شخص نے یہ سن کر کہا السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں؟ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کو اجازت دے دی اور وہ داخل ہو گیا۔''

اس معاملہ میں بہتر یہ ہے کہ اجازت لینے والا خود اپنا نام لے کر اجازت طلب کرے۔ جیسا کہ فاروق اعظمؓ کا عمل تھا۔

---

[27] مسلم بن حجاج القشیری، **الصحیح للمسلم**، کتاب الایمان، باب بیان الا یدخل الجنۃالا المومنونو ان افشا السلام سببا لحصولھا، (ریاض: دارالسلام)، رقم الحدیث: 194

[28] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستیذان، باب إفشاء السلام، رقم الحدیث: 6235

[29] شوکانی، **فتح القدیر**، 20:4

[30] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، **سنن ابو داؤد**، کتاب الأدب، باب کیف الاستیذان (ریاض: دارالسلام)، رقم الحدیث، 5177

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

حدیث مبارکہ ہے

''قال عمر علی البیت علی رسول اللّٰہ ﷺ: السلام علی رسول اللّٰہ السلام علیک أیدخل عمرؓ''[31]

انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دروازے پر آکر یہ الفاظ کہے السلام علی رسول اللہ،السلام علیکم أیدخل عمر ؓ،یعنی سلام کے بعد کہا کہ عمرؓ داخل ہو سکتا ہے۔

سنن داود میں ہے

''عن ابی موسیٰ، انہ اتی عمر فاستاذن ثلاثا۔ فقال: یستاذن ابو موسیٰ یستاذن الاشعری، یستاذن ابوموسیٰ''[32]

ابو موسیٰ شعریؓ، حضرت عمر بن خطاب کے پاس گئے اور السلام و علیکم ھذا ابو موسیٰ، پھر کہا السلام ھذا الاشعری۔

امام بن القیمؒ نے فرمایا ہے کہ ان سنن میں اس شخص کا رد موجود ہے جو کہتا ہے کہ سلام کہنے سے پہلے اجازت لینی چاہیے اور اس کا بھی رد موجود ہے جس نے کہا کہ اگر گھر والے پر نظر پڑ جائے تو پہلے سلام کہہ دے ورنہ پہلے اجازت طلب کرے کیونکہ یہ دونوں قول سنت کے خلاف ہیں۔[33] اور ابن عبد البر نے فرمایا جس نے سلام کہنے کے بعد کہا ''میں داخل ہو سکتا ہوں''؟ یا ''فلاں داخل ہو سکتا ہے'' نہ کہا یا یہ دونوں جملے کہنے کے بعد سلام نہ کہا تو وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کو اجازت دی جائے۔[34] مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے اس کا مفہوم یوں لیا ہے کہ پہلے اجازت حاصل کرو اور جب گھر میں جاؤ تو سلام کرو۔ قرطبی نے اس کو اختیار کیا ہے کہ اس مفہوم کے اعتبار سے آیت میں کوئی تقدیم تاخیر نہیں، پہلے استیذان کیا جائے جب اجازت مل جائے اور گھر میں جائیں تو سلام کریں اور ماوردی کے مطابق اگر اجازت لینے سے پہلے گھر کے کسی آدمی پر نظر پڑے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے ورنہ پہلے اجازت لے اور جب گھر میں جائے تو سلام کرے۔[35]

اس کے بعد مفتی صاحب وہ تمام احادیث لائے ہیں جو اوپر سے سلام اور پھر اجازت پر دلالت کرتی ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات وہ ہے جو سنت میں مذکور ہے اور اہل تحقیق نے فرمایا کہ سلام کو مقدم کرتے ہوئے یوں کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ اور نبی کریم ﷺ سے پہلے سلام کرنے سے سلسلہ میں دو صحیح احادیث ثابت ہیں۔[36] آثار صحابہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ

---

[31] ابو داؤد، **سنن ابو داؤد** ، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفَارِقُ الرَّجُلَ ثُمَّ يَلْقَاهُ أَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، **رقم الحدیث** 2501

[32] ابو داؤد، **سنن ابو داؤد**، كتاب الْأَدَبِ،باب كم مرة يسلم الرجل في الاستيذان، **رقم الحدیث**، 5181

[33] محمد بن ابی بکر ابن قیم، **زاد المعاد**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، 1419ھ)، 230:2

[34] ابو عمر عبد البر مالکی، **التمہید**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1419ھ)، 203:3

[35] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 388:6

[36] یحییٰ بن شرف نووی، **شرح مسلم**، (کراچی: مطبوعہ نور محمد،، 1375ھ،)، 131:14

پہلے سلام کہنا اور بعد میں اجازت طلب کرنا سنت کے عین مطابق ہے۔اس کی تائید حضرت ابوھریرہؓ کی حدیث سے ہوتی ہے کہآپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے

''عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا دخل ولم یقل السلام علیکم فقل لاحتی تاتیی بالمفتاح السلام''[37]

جب کوئی داخل ہونے کے لئے السلام علیکم نہ کہے تو اسے کہو اجازت نہیں ہے یہاں تک کہ چابی (سلام) لے کر آؤ۔

اور جن لوگوں نے استیذان کو سلام پر مقدم کیا ہے اور اس فرمان الٰہی (حتی تستانسوو تسلمو) کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور کہتے ہیں عطف ترتیب کا تقاضا کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عطف میں صرف شرکت ہوتی ہے اور آخری بات کا عطف پہلی بات پر بھی ڈالا جاسکتا ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

''یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ''[38]

''اے مریم! اپنے رب کی تابع فرماں بن کر رہ اس کے آگے سر بسجود ہو اور جو بندے اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا۔''

حالانکہ رکوع سجدہ سے پہلے ہوتا ہے۔[39]

اجازت لینے والے کو پوچھنے پر اپنا نام بتانا چاہیے

یہ پہلو بھی استیذان کے آداب میں بڑا اہم ہے اور بہت زیادہ لوگ اس سے غافل ہیں دروازہ کھٹکھٹانے والا جب دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے ''میں'' ہوں اور بعض اوقات چپ کھڑا رہتا ہے۔یہ طریقہ نبی کریم ﷺ کے صحیح طریقہ کے خلاف ہے۔لہٰذا اجازت طلب کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ اپنا نام بتائے۔

کتب حدیث میں ہے

''عن جابر، انہ ذھب الی النبی ﷺ فی دین ابیہ: فدققت الباب، فقال: (من ھذ) فقلت: انا، انا، کانہ کرھتہ''[40]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے باپ کے قرض کے سلسلہ آیا جو ان کے ذمہ تھا میں نے دروازے کو کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون؟ میں نے کہا ''میں'' ہوں آپ ﷺ نے فرمایا ''میں میں'' گویا آپ ﷺ نے اس جواب کو مکروہ قرار دیا۔

---

[37] محمد بن اِسماعیل بن اِبراھیم بخاری، **الادب المفرد**، (بیروت: دار البشائر الاِسلامیۃ، 1989)، باب الاستیذان غیرالسلام، ص366

[38] آل عمران:3:43

[39] امین بن محمد شنقیطی، **اضواء البیان** (بیروت: مطبوعہ عالم الکتب)، 6:172

[40] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستیذان، باب من ذا؟ قال انا، رقم الحدیث، 6250

اس حدیث پاک کو مفتی صاحب نے بھی بیان کیا ہے۔[41] اس حدیث سے دروازہ کھٹکھٹانے کا جواز لیا جاسکتا ہے لیکن آہستگی کے ساتھ۔ جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں آیا ہے نبی کریم ﷺ کے دروازے ناخنوں سے کھٹکھٹائے جاتے تھے۔[42]

صحابہ کرام کا معمول یہ تھا کہ وہ دروازے کو ناخنوں سے کھٹکھٹاتے کیونکہ اس میں انتہائی ادب، عزت کو مد نظر رکھنا مقصود تھا۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ ادب اس کے لئے اچھا ہے جو دروازے کے قریب ہو اور جو دروازے سے اتنا دور ہو کہ اسے ناخنوں سے دروازے کی کھٹکھٹاہٹ نہ سنائی دیتی ہو تو اس صورت میں مستحب ہے کہ حسب ضرورت اس سے اونچا کھٹکھٹایا جائے۔[43]

دستک دی جائے تو اتنی زور سے نہیں کہ جس سے سننے والا گھبرا اٹھے بلکہ متوسط انداز سے دے جس سے اندر تک آواز تو چلی جائے لیکن کوئی سختی ظاہر نہ ہو۔[44] حضرت جابرؓ کی حدیث سے یہ بھی ثبوت ملا کہ اجازت لینے والے سے گھر والے پوچھیں کہ تو کون ہے تو اپنے نام کی وضاحت کرے یا اپنی کنیت بتائے یا جس نام یا لقب سے مشہور ہے اس کی وضاحت کرے۔ امام ابن قیم نے فرمایا کہ اس بارے میں آپ ﷺ کی رہنمائی یہ ہے کہ اجازت طلب کرنے والے سے پوچھا جائے تو کون ہے؟ تو اس کو جواب دینا چاہیے فلاں ابن فلاں۔۔۔ یا اپنی کنیت اور لقب بتائے اور (میں) نہ کہے جس طرح کہ حضرت جبرائیل نے معراج کی رات فرشتوں سے کہا تھا کہ انہوں نے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا تو انہوں نے پوچھا کون؟ تو جواب دیا جبرائیل۔

اسی طرح صحیحین میں ذکر ہے کہ

''عن ابی موسیٰ اشعری ان رسول اللّٰہ ﷺ دخل حائطاً، فجاء ابوبکرفدفع الباب فقلت من هذا فقال ابوبکرؓ، فقال ائذن لی فدخل عمرؓ وعثمان--------'' [45]

(نبی کریم ﷺ باغ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابو بکرؓ آئے اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا کون؟ انہوں نے جواب دیا ابو بکر، اسی طرح حضرت عمرؓ اور عثمانؓ نے نام بتا کر اجازت طلب کی۔)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے

''ام هانی بنت ابی طالب تقول ذهبت الی رسول اللّٰہ ﷺ عام الفتح فوجدته یغتسل وفاطمة تستره فقال من هذه فقلت انا ام هانی''[46]

---

[41] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 390:6

[42] بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب الادب المفرد**، باب قرع الباب

[43] ابن حجر عسقلانی، **فتح الباری**، 38:11

[44] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 390:6

[45] بخاری، **الجامع الصحیح**، باب مناقب فضائل صحابہ، رقم الحدیث: 3674

[46] ایضاً، کتاب الغسل،

اسی طرح جب ام ہانی نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا ام ہانیؓ، تو آپ ﷺ نے کنیت ذکر کرنے کو ناپسند نہیں فرمایا تھا۔ اسی طرح ابوذرؓ سے پوچھا اس نے جواب دیا ابوذرؓ، حضرت ابو قتادہؓ سے پوچھا تھا کون؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا ابو قتادہؓ۔[47]

نبی کریم ﷺ کے حضرت جابرؓ کے فعل کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے "میں" کہا تھا۔ کیونکہ "میں" کہنے سے پہچان نہیں ہوتی اس لئے اس بارے میں یہ حکم ہے کہ نام لیا جائے۔ جس طرح کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نے کیا۔ کیونکہ نام ذکر کرنے سے سوال کرنے کی زحمت ہی نہیں ہوتی۔[48] اس مکمل بحث سے یہ ثابت ہوا کہ اجازت طلب کرنے والے کا "میں" کے لفظ میں تو جواب دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی ناپسندیدگی پائی جاتی ہے۔ آج کل اکثر لوگ استیذان کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے جو صریح ترک واجب ہے اور یہ گناہ ہے اور جو لوگ استیذان کرنا چاہیں اور مسنون طریقہ کے مطابق باہر سے پہلے سلام کریں پھر اپنا نام بتلا کر اجازت لیں ان کے بعض دشواریاں ہیں۔ عموماً مخاطب جس سے اجازت لیتا ہے وہ دروازے سے دور ہے۔ وہاں تک سلام اور اجازت لینے کے الفاظ پہنچنا مشکل ہیں۔ یہ یاد رہے کہ اصل واجب یہ بات ہے کہ بغیر اجازت گھر میں داخل نہ ہوں اجازت لینے کے طریقے ہر علاقے ہر ملک میں مختلف ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک طریقہ دروازہ پر دستک دینا خود روایات حدیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح جو لوگ گھنٹی لگا لیتے ہیں اس گھنٹی کا بجانا واجب ہے۔ ہاں گھنٹی کے بعد اپنا نام بھی مخاطب کو بتادے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ جو کسی جگہ رائج ہے اس کا استعمال کر لینا بھی جائز ہے۔[49]

کتنی بار اجازت طلب کرنی چاہیے؟

مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اگر کسی کے دروازے پر جا کر استیذان کیا اور اسے کوئی جواب نہ آیا تو سنت یہ ہے کہ وہ دوبارہ استیذان کرے اور پھر بھی جواب نہ آوے تو تیسری مرتبہ کرے اگر تیسری مرتبہ جواب نہ آوے تو لوٹ جاؤ۔ کیونکہ تین مرتبہ کہنے سے تقریباً یہ تو متعین ہو جاتا ہے کہ آواز سن لی مگر یا تو وہ شخص ایسی حالت میں ہے کہ جواب نہیں دے سکتا مثلاً نماز پڑھ رہا ہے یا بیت الخلاء میں ہے یا غسل کر رہا ہے یا پھر اس کو اس وقت ملنا منظور نہیں ہے۔ دونوں حالتوں میں وہیں جمے رہنا اور مسلسل دستک دینا موجب ایذا ہے۔ جس سے بچنا واجب ہے۔

حضرت ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ

---

[47] محمد بن ابی بکر ابن قیم،، **زاد المعاد** (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۹ھ)، 2:31

[48]، محمد بن احمد قرطبی، **الجامع الاحکام القرآن** (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، 1415ھ)، 12:217

[49] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 3:391

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

''عن ابی موسیٰ اشعریؓ: قال رسول اللّٰہ ﷺ (یستاذن) احدکم ثلاثا فان أذن لہ والا قلیدجع''[50]

'' ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین مرتبہ استیذان کرے اور کوئی جواب نہ آوے تو اس کو لوٹ جانا چاہیے۔''

قیس بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ

''عن قیس بن سعدؓ قال: زارنا رسول اللّٰہ ﷺ فی منزلن فقال: السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ قال: فرد سعد ردً خفیا، فقال قیس فقلت ألاتاذن لرسول اللّٰہ فقال: ذرہ یکثر علینا من السلام، فقال رسول اللّٰہ ﷺ ورحمۃ اللّٰہ، فرداً سعدادً خفیا، ثم قال رسول اللّٰہ: السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ، ثم رجع رسول اللّٰہ ﷺ واتبعہ سعد فقال: یا رسول اللّٰہ انی کنتا سمع تسلیمک وارد علیک ردً خفیا لتکثرعلینا من السلام، قال فانصرف معہ رسول اللّٰہ ﷺ''[51]

رسول اللہ ﷺ ہم سے ملاقات کے لئے آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا السلام علیکم! حضرت سعدؓ نے بہت آہستہ سے جواب دیا۔ قیس کہتے ہیں میں نے حضرت سعد سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو اجازت نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا رہنے دو وہ ہم کو زیادہ دفعہ سلام کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا السلام علیکم، حضرت سعدؓ نے پھر آہستہ جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا السلام علیکم! پھر رسول اللہ ﷺ لوٹ گئے اور سعد آپ ﷺ کے پیچھے گئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کا سلام سن لیا تھا اور آپ ﷺ کو قصداً آہستہ جواب دیا تھا تاکہ آپ ﷺ زیادہ بار سلام کریں۔ تب رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ چلے گئے۔

یہ احادیث مفتی صاحب نے بھی نقل کی ہیں۔[52] لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اجازت طلب کرنے والا تین سے زیادہ کہہ سکتا ہے۔ جمہور نے اس کو بالکل ممنوع قرار دیا ہے لیکن امام مالک اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اجازت طلب کرنا تین مرتبہ ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس سے زیادہ کرے مگر جس کو معلوم ہو جائے اس کا تین دفعہ اجازت طلب کرنا سنا نہیں گیا پس اس شخص کے لئے زیادہ کہنا کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کو یقین ہو کہ سنا نہیں گیا۔[53]

پس امام مالک نے نہ سننے کے یقین کی بناء پر زیادہ کو جائز کہا ہے لیکن جمہور نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ کلام اللہ کی بہتر تفسیر بیان کرنے والی چیز رسول اللہ ﷺ کی سنت ہی ہو سکتی ہے اور تین بار سے زیادہ سلام نہ کرنا یا اجازت نہ لینا سنت سے ثابت ہے جو کہ حضرت سعدؓ کی حدیث سے واضح ہو چکا ہے اور اجازت طلب کرنے والے کو چاہیے کہ جلد جلد تین دفعہ اجازت نہ لے بلکہ ہر ایک

---

[50] ابو داؤد، **سنن ابو داؤد**، کتاب الأدب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان، **رقم الحدیث**، 5180

[51] ایضا، **رقم الحدیث**، 5185

[52] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 392:6

[53] قرطبی، **الجامع الاحکام القرآن**، 214:12

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

اجازت کے درمیان کچھ وقفہ کرے لیکن زور سے دروازہ کھٹکھٹانا اور گھر والے کو اونچی آواز سے پکارنا یہ حرام ہے کیونکہ یہ تکلیف اور وحشت کا سبب ہے۔[54]

تفسیر نمونہ میں بھی تین مرتبہ اجازت کے متعلق لکھا گیا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ تین مرتبہ اجازت لینی چاہیے۔

i۔ پہلی مرتبہ اس طرح سے کہ گھر والے سن لیں۔

ii۔ دوسری مرتبہ وہ اپنے آپ کو آمادہ کرلیں۔

iii۔ پھر تیسری مرتبہ اجازت طلب کی جائے۔ گھر والے چاہیں تو اجازت دیں اور چاہیں تو نہ دیں۔[55]

بغیر اجازت کسی دوسرے کے گھر جھانکنا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام لوگوں کی عزتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ پس وہ کسی انسان کے لئے کوئی بھی ایسا موقع فراہم نہیں کرتا جس میں وہ کسی دوسرے پر اس کی اجازت کے بغیر جھانک سکے اور سنت مطہرہ نے اسی حکم کو بالکل شافی وافی انداز میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ کی حدیث آپ ﷺ سے وارد ہے:

''عن سہل بن سعد قال الطلع رجل من حجر، فی حجر النبیﷺ مدری یک بہ راسہ فقال لو اعلم انہ تنظر لطعنت بہ فی علینک انما جعل الاستیذان من اجل البصر''[56]

'' کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے حجروں کے کسی سوراخ میں سے جھانکا اور نبی کریم ﷺ کے پاس لوہے کی کنگھی نما چیز تھی جس سے آپ ﷺ اپنا سر کھجا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے علم ہوتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں اس سلائی کو تیری آنکھوں میں چھبو دیتا۔ کیونکہ اجازت لینا نظر پڑنے کی وجہ سے ہی فرض کیا گیا ہے۔''

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ''عن ابی ہریرۃؓ قال رسول اللہﷺ: ولو اطلع بیتک احد فلم تاذن لہ فحذفتہ بحصاۃ ففقات عینہ ماکان علیک من جناح''[57]

'' ابوالقاسم نے فرمایا اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے تمہارے گھر میں جھانکے تو تم لاٹھی سے اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔''

---

[54]، فخر الدین رازی، **تفسیر کبیر** (بیروت: مطبوعۃ داراحیاالتراث العربی، ۱۴۱۵ھ)، 198:23

[55] (i) الحویزی، **نورالثقلین**، 587:3

(ii) مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 217:8

(iii) احمد بن سلیمان العرینی، **اجازت لینے کے احکام**، مترجم (ابو عثمان حبیب) (لاہور: حدیبیہ پبلیکیشنز، اردو بازار، ۲۰۰۳)، ص58

[56] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستیذان، باب الاستیذان من اجل البصر، رقم الحدیث 6241

[57] ایضاً، رقم الحدیث، 6902

ابن حجر لکھتے ہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر گھر کا دروازہ بند ہو تو اس کی جھریوں میں سے اندر جھانکنا ممنوع ہے اور اگر گھر والے نے جھانکنے والی کی آنکھ تیر یا کسی لکڑی سے پھوڑ دی تو اس پر قصاص یا دیت نہیں ہے۔ فقہاء مالکیہ نے اس صورت میں قصاص لازم کیا ہے اور کہا ہے کہ جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے کہا معصیت کو معصیت سے دفع کرنا جائز نہیں ہے۔ جمہور نے اس کے جواب میں کہا کسی کے گھر جھانکنا معصیت ہے اور جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنا معصیت نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خود اجازت دی ہے۔

جیسے کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے لئے اس پر حملہ کرے تو مدافعت میں اس کو قتل کرنا جائز ہے اور معصیت نہیں ہے ہو سکتا ہے وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر رہا ہو یا اس کی بیوی برہنہ ہو تو جھانکنے والا اس سزا کا مستحق ہے اور اگر گھر والے کی اپنی تقصیر ہو کہ اس نے دروازہ بند نہیں کیا، کھلا چھوڑ دیا پھر کسی نے ان کی طرف دیکھا پھر اس کی آنکھ پھوڑنا جائز نہیں اور اگر اس نے کھلے ہوئے دروازے سے قصداً دیکھا تو اس میں دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اب بھی دیکھنے والے کی آنکھ پھوڑنا جائز نہیں ہے۔ چھت سے دوسرے کے گھروں میں جھانکنا اس کا بھی یہی حکم ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔[58] امام عینی لکھتے ہیں کہ جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنے کی اجازت اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب وہ قصداً جھانکے اور اگر اس کی اتفاقاً نظر پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ روایت دھمکانے پر محمول ہے۔ اس میں اختلاف ہے آیا خبردار کرنے سے پہلے آنکھ پھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ صحیح ہے کہ پھر بھی جائز ہے۔[59] مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: استیذان کی مصلحت تو یہی ہے دوسرا آدمی جو چیز آپ پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا آپ کو اس کی اطلاع نہیں ہونی چاہیے اور اگر پہلے ہی گھر میں جھانک کر دیکھ لیا تو مصلحت فوت ہو جائے گی۔[60] شیرازی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر لوگوں کے گھروں میں تانک جھانک کرے عورتوں کے چہرے یا برہنہ بدن کی طرف دیکھے۔ پہلی دفعہ اس کے گھر والے اس کو منع کر سکتے ہیں اگر نہ رکے تو پھر پتھر مار کر اسے دور کریں اور اگر پھر بھی نہ ٹلے تو پھر آلات قتل سے اپنی آبرو کی حفاظت کر سکتے ہیں اور اگر اس جھگڑے میں وہ شخص مارا جائے تو اس کا خون رائیگاں ہے۔ البتہ مختلف مراحل کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔[61] اجازت لینے کے آداب میں سے ایک بڑا آداب ہے کہ اجازت لیتے وقت کھڑا ہونے کی ہیت و کیفیت کا خاص خیال رکھا جائے اور زیارت کرنے والا دروازے کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ دائیں بائیں کھڑا ہو۔ نبی کریم ﷺ سے بہت سے موقعوں پر اس کی صحیح کیفیت ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی حدیث میں ہے کہ

---

[58] عسقلانی، حافظ، **فتح الباری**، 238-39:14

[59] بدرالدین عینی، **عمدۃ القاری**، (مصر: مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ، 1348ھ)، 239:22

[60] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 395:6

[61] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 218:8

''عن عبداللّٰہ بن بسر قال: کان رسول اللّٰہﷺ اذا اتی باب قوم قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجھہ ولکن من رکنہ الایمن اوا لایسر''[62]

'' رسول اللہ ﷺ جب دروازے پر آتے تو اجازت لیتے وقت دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دیوار کے ساتھ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اجازت طلب کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اجازت دی جاتی یا آپ ﷺ واپس چلے جاتے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ

''جاء رجل علی باب النبیﷺ یستاذن فقام علی الباب فقال لہ النبیﷺ ھکذا، عنک، اوھکذا فانھا الاستیذان من النظر''[63]

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے دروازے پر آیا اور دروازے کے سامنے کھڑا ہو کر اجازت طلب کرنے لگا تو اسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا دروازے کے دائیں طرف کھڑے ہو جاؤ یا بائیں طرف نظر پڑنے کے خطرے سے تو اجازت طلب کی جاتی ہے۔

اس حدیث میں مفہوم بالکل واضح ہے مفتی صاحب بھی دائیں بائیں کھڑے ہونے کے ساتھ لکھتے ہیں کہ اول تو اس زمانے میں دروازے پر پردے بہت کم ہوتے تھے اور پردہ بھی ہو تو ہوا سے کھل جانے کا احتمال بہر حال ہے۔[64]

جن مکانوں میں داخل ہونا آیات مذکورہ میں بغیر اجازت کے ممنوعد قرار دیا ہے۔ یہ عام حالات میں ہے اگر اتفاقاً کوئی حادثہ، آگ لگنے یا مکان منہدم ہونے کا پیش آجائے تو اجازت لیے بغیر اس میں جاسکتے ہیں اور امداد کے لئے جانا چاہیے۔[65]

کیا آدمی کا قاصد اس کی اجازت کے قائم مقام ہے؟

امام بخاری نے حضرت ابو ھریرہؓ کی حدیث بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بلانے والا آدمی ہی اجازت ہے۔

اس کے بعد ابو ھریرہؓ کی ایک اور حدیث بیان کی ہے:

''عن ابی ھریرۃؓ قال دخلت مع رسول اللّٰہﷺ فوجد لبنا فی قرح، فقال اباھر الحق اھل الصفہ فادعہم الی قال فاتیتم فدعو تھم۔ فاقبلو افاستاذنو فاذن لھم فدخلو''[66]

---

[62] بخاری، **الأدب المفرد**،باب کیف یقوم عندالباب، ص370

[63] ابو داؤد، **سنن ابو داؤد**،کتاب الأدب، باب فی الاستیذان، حدیث نمبر5274

[64] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 395:8

[65] (i) ایضاً، 6/395

(ii)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، **تفسیر مظہری**، مترجم (مولانا سید عبد الدأم جلالی)، (کراچی: سعید کمپنی)، 320:8

[66] بخاری، **الجامع الصحیح**،کتاب الاستیذان،باب اذا دعی الرجل فجاء، **رقم الحدیث**:6246

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

" کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ داخل ہوا تو آپ ﷺ نے ایک پیالے میں دودھ پایا تو فرمایا: اے ابوھریرہؓ اہل صفہ کے پاس جا اور انہیں میرے پاس بلا کر لا۔ میں ان کے پاس گیا اور انہیں آنے کو کہا وہ آئے اور اجازت طلب کی آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی تو وہ داخل ہو گئے۔"

ان دونوں احادیث میں ظاہری تعارض پایا جاتا ہے۔ ابن قیمؒ نے ان دونوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ اگر مدعو بلا تاخیر فی الفور آجائے تو اس کو اجازت لینے کی اجازت نہیں اور اگر وقت زیادہ ہو جائے تو اجازت لینے کی ضرورت ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ اگر بلانے والے کے پاس مدعو کے آنے سے پہلے کوئی اور مدعو شخص ہو تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر وہاں کوئی موجود نہ ہو تو اجازت لیے بغیر داخل نہ ہو۔[67] امام شنقیطی نے ایک اور انداز سے تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے جب مدعو قاصد کے ساتھ چلا آئے تو اجازت نہیں لے گا اور اگر اس کے بعد میں آئے گا تو اجازت لے گا۔[68] اور اسی بات کو مفتی شفیع صاحب نے بھی نقل کیا ہے اور اس بات کو ہی ترجیح دی ہے۔[69]

رسول اللہ ﷺ سے ایک اور حدیث میں مروی ہے

"عن ابی ھریرۃؓ ان النبی ﷺ قال: رسول الرجل الی الرجل اذنہ"[70]

" آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کے پاس کسی کا قاصد اجازت کے قائم مقام ہے۔"

لیکن اجازت طلب کرنا بہتر ہے۔[71]

بیوت غیر مسکونہ (غیر رہائشی) عمارات کا تعین

جب بغیر اجازت کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی گئی تو مسلمانوں کو یہ مشکل پیش آئی کہ مدینہ سے مکہ کے راستے میں اور دوسرے راستوں میں رفاہ عامہ کے لئے مکان بنائے ہوتے تھے۔ جن میں لوگ عارضی قیام کرتے تھے۔ اس طرح وہاں دکانیں، سرائے ہوٹل سبیل اور بیت الخلاء وغیرہ بنے ہوتے تھے۔ جن کا کوئی مالک نہ ہوتا اور نہ وہ شخصی ملکیت ہوتے تھے۔ ان میں بغیر اجازت داخلہ کے لئے مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ تو یہ ایک نازل ہوئی۔

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ"[72]

---

[67] ابن قیم، **زادالمعاد**، 433:2

[68] امین بن محمد شنقیطی، **اضواء البیان**، (بیروت: مطبوعہ عالم الکتب)، 86:6

[69] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 395:8

[70] ابوداؤد، **سنن ابوداؤد**، کتاب الأدب، باب فی الرجل مدعی أیکون ذلک اذنہ، حدیث نمبر 5189

[71] شنقیطی، **اضواء البیان**، 86:6

[72] النور: 29:24

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

متاع کے لغوی معنی: برتنے، استعمال کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے ہیں۔ مفتی صاحب استیذان کی اس آیت کے نزول میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس ممانعت کے بعد قریش کے تجارت پیشہ لوگ کیا کریں گے؟ کیونکہ مکہ اور مدینہ سے ملک شام تک ان کے تجارتی سفر ہوتے تھے اور جابجا مسافر خانے بنے ہوتے ہیں۔ جن میں دوران سفر لوگ قیام کرتے ہیں۔ ان میں کوئی مستقل رہنے والا نہیں ہوتا تو وہاں استیذان کی کیا صورت ہوتی۔ اجازت کس سے حاصل کی جائے گی، اس پر آیت نازل ہوئی۔

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ بیوت غیر مسکونۃ سے مراد وہ مکانات اور مقامات ہیں جو افراد عامہ کے استعمال کے لئے ہوں۔ جیسے وہ مسافر خانے جو جنگلوں اور شہروں میں اسی غرض کے لئے بنائے گئے ہیں اور بااشتر آب علت عام مسجدیں، خانقاہیں، دینی مدارس، ہسپتال، ڈاکخانہ، ریلوے اسٹیشن سب اسی حکم میں ہیں۔ وہاں ہر شخص بلا اجازت جاسکتا ہے۔[73] شیرازی صاحب نے بھی مفسرین کے اختلاف کے ساتھ غیر مسکونت کی وضاحت کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا اس سے ایسی عمارتیں مراد ہیں جو عمومی ہوں مثلاً کارواں، سرائے، مہمان خانے، حمام وغیرہ۔ بعض لوگوں نے کہا اس سے مراد خرابے اور کھنڈرات ہیں جن میں کوئی نہ رہتا ہو اور جو چاہتا ہو اس میں داخل ہو جاتا ہو۔ یہ تفسیر بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ بعض دیگر مفسرین نے اسے تاجروں کے ایسے سٹوروں، گوداموں اور دکانوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں مال بطور امانت رکھا جاتا ہے اور ہر صاحب مال حق رکھتا ہے کہ وہ اپنا مال واسباب لینے کے لئے ان میں داخل ہو جائے۔ یہ تفسیر بھی آیت کے ظاہری مفہوم سے بالکل مطابقت نہیں رکھتی۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے ایسے گھر مراد ہوں کہ جہاں کوئی نہیں رہتا۔ ایسے گھر میں کسی نے کوئی اپنا مال وامانت رکھا ہو اور گھر کے مالک سے اس نے آنے جانے اور مال اٹھانے کی عمومی اجازت لے لی ہو اور آخر پر اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پہلی تفسیر آیت کے مفہوم سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔[74]

امام عبدالرحمن جوزی نے غیر رہائشی مکانات کے مصداق میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

* قتادہؓ نے کہا اس سے مراد سرائے، بیت الخلاء اور گودام وغیرہ ہیں۔
* عطاؒ نے کہا اس سے مراد ویران مکان، کھنڈرات اور بیت الخلاء ہے۔
* ابن زیدؒ نے کہا اس سے مراد تاجروں کی دکانیں ہیں جو راستوں میں بنی ہوئی ہیں۔
* ابن جریجؒ نے تمام وہ مکانات جو غیر رہائشی ہیں اس میں شامل ہیں۔[75]

---

[73] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 6:393

[74] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 8:218

[75] علی بن محمد جوزی، **زادالمسیر** (بیروت: مطبوعہ مکتب اسلامی، 1408ھ)، 6:29

بہر حال اس آیت کے عام مفہوم سے مفتی شفیع صاحب اور شیر ازی صاحب کی وضاحت زیادہ قبول اور نزدیک ہے۔ رفاہِ عامہ کے اداروں میں جس مقام پر اس کے مالکان یا متوالیان کی طرف کچھ شرائط یا پابندیاں ہوں اس کی پابندی شرعاً واجب ہے۔ مثلاً اگر ریلوے اسٹیشن پر اگر بغیر پلیٹ فارم کے جانے کی اجازت نہیں ہے تو پلیٹ فارم ٹکٹ حاصل کرنا ضروری ہے۔ ہوائی اڈے کے جس حصہ میں جانے کی محکمہ کی طرف سے اجازت نہ ہو وہاں بغیر اجازت کے جانا شرعاً جائز نہیں۔

اسی طرح سے مساجد، مدارس، ہسپتال، ریلوے اسٹیشن اور خانقاہوں کے مخصوص کمرے جن کو حجرہ یا دفتر کہا جاتا ہے وہ غیر مسکونۃ میں شامل نہیں ہے۔[76]

ٹیلی فون پر بات کرنے سے متعلق مسائل

ٹیلی فون پر بات کرنے کے لئے بھی اوقات کا دھیان رکھنا چاہیے۔ نماز کے وقت کا خیال کرنا، بلاضرورت شدیدہ جائز نہیں۔ اس میں وہی ایذا رسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور آزادی میں خلل پڑنے سے ہے۔ اگر کوئی لمبی بات چیت فون پر کرنا چاہتا ہو تو دریافت کرے پھر اس وقت کی پابندی کرے۔ بعض لوگوں کی فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ اسلامی اخلاق کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص آپ کی ملاقات کو آئے اس کا تم پر حق ہے اس سے بات کرو اور بلاضرورت ملاقات سے انکار نہ کرو۔ اسی طرح جو آدمی فون پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں۔[77]

استیذان خاص اور اس کے آداب

استیذان خاص وہ ہے جس کا تعلق گھر کے اندرونی حصے کے ساتھ ہو۔

اس میں اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْ م بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ۔ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌ م بَعْدَهُنَّ۔ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌo وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ''[78]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لازم ہے کہ تمہارے غلام، لونڈیاں اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل اور سوجھ بوجھ کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں، صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب کہ تم کپڑے

---

[76] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**,6:94-393

[77] ایضاً،6:394

[78] النور:24:58-59

ISSN (print): 2707-7454 /ISSN (online): 2788-7537

اتار کر رکھ دیتے ہیں اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر، تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔ اور جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ اسی طرح اجازت لے کر آیا کریں جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے سامنے کھولتا ہے اور وہ علیم حکیم ہے۔"

اسباب نزول

ان آیات کے بارے میں بہت سے اسباب نزول وارد ہوئے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ کسی خاص سبب کا۔ پس مقاتلؒ کا بیان یوں ہے: یہ آیات اسماء بنت مرثد کے بارے میں نازل ہوئیں کیونکہ ان کا ایک بڑی عمر کا غلام تھا جو ایک دفعہ ناپسندیدہ وقت میں اس پر داخل ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر پوچھنے لگی کہ ہمارے خادم اور غلام ہم پر بعض دفعہ مکروہ اوقات میں داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت نازل فرمائی۔[79] سدیؒ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ ان اوقات میں بیویوں سے جماع کرنے کو پسند کرتے تھے تاکہ نہا دھو کر نماز کو نکلیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اپنے غلاموں اور چھوٹے بچوں کو حکم دیں کہ ان اوقات میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کریں۔[80] ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک لڑکے (جس کا نام مدلج تھا)[81] کو دوپہر کے وقت عمر بن خطابؓ کی طرف بھیجا کہ آپ کو بلا کر لائے پس وہ داخل ہوا تو اس نے حضرت عمرؓ کو مکروہ حالت میں دیکھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کے اس دیکھنے کو مکروہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کیا۔[82]

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں "ظهيرة"، دوپہر اور حدود ظہر کے معنی میں ہے۔ جس وقت عموماً لوگ اپنے اوپر والے لباس کو اتار دیتے ہیں اور بعض اوقات میاں بیوی آپس میں خلوت کرتے ہیں۔ یہ تین اوقات تمہارے لئے پردے کے اور خصوصیت کے اوقات ہیں۔

"عورة" عار کے مادے عیب کے معنی میں ہے اور آلہ جنسی کا ظاہر ہونا چونکہ عیب اور شرم اور عار کا باعث ہے اس لئے عربی زبان میں عورۃ کہتے ہیں۔ بہر حال ان تین اوقات پر لفظ کا اطلاق اس لئے ہوا کہ لوگ ان اوقات میں اپنے آپ کو چھپانے کا باقی اوقات کی طرح

---

[79] (i) جلال الدین سیوطی، **الدر المنثور** (بیروت،: داراحیاء التراث العربی، 1421ھ), 55:5

(ii) محمد بن ادریس بن ابی حاتم، **تفسیر امام ابن ابی حاتم**، (مکہ: مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی، 1417,)، رقم الحدیث، 14791،

[80] ایضاً، رقم الحدیث، 14794

[81] مولانا عاشق الٰہی، **انوار البیان**، (کراچی: دارالاشاعت، اردو بازار،)، 114:4

[82] (i) قرطبی، **الجامع الاحکام القرآن**، 304:12

(ii) قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی، **انوار لتنزیل واسرار التنزیل** (مصر: مطبوعۃ دارافراس)، 130:2

اہتمام نہیں کرتے اور ایک خاص حالت میں ہوتے ہیں۔[83] اس آیت میں ایک دوسرے استیذان کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ جن کا تعلق ان اقارب اور محارم سے ہے جو عموماً ایک گھر میں رہنے اور ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں اور ان سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں ایسے لوگوں کے لئے بھی اگرچہ گھر میں داخل ہونے کا وقت اس کا حکم ہے کہ اطلاع کر کے یا کم از کم قدموں کی آہٹ کو ذرا تیز کر کے یا کھانس کھنکار کر گھر میں داخل ہوں۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ایسا گھروں میں داخلہ اقارب کے لئے واجب نہیں مستحب ہے جو کہ ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔[84] امام رازی فرماتے ہیں اگرچہ ان آیات کے ظاہری الفاظ مردوں کے لئے خاص معلوم ہوتے ہیں لیکن مرد و عورت دونوں مراد ہیں۔ کیونکہ تذکیر تانیث پر غالب ہوتی ہے اور اگر کوئی حکم مردوں کے لئے خاص نہ کیا گیا ہو تو سبھی اس حکم میں داخل ہوتے ہیں اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ حکم مذکور واضح قیاس کی رو سے عورتوں کے لئے بھی ثابت ہے اور یہ اس وجہ سے کہ عورتیں پردہ کی حفاظت کے ضمن میں مردوں سے زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ پس جب یہ حکم مردوں کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے تو عورتوں کے بارے میں بالاولیٰ ثابت ہے۔[85]

شیرازی صاحب بھی اس بات کی تائید میں لکھتے ہیں کہ آیت کا اطلاق لڑکوں اور لڑکیوں دونوں پر ہوتا ہے۔ آیت میں جمع مذکر کا صیغہ ''الذین'' آیت کے مفہوم کی عمومیت میں مانع نہیں ہے۔ بہت سے مواقع پر غالب ہونے کی وجہ سے یہ لفظ سب کے لئے یکساں بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ وجوب روزہ کے لئے ''الذین' استعمال ہوا جس سے سب مسلمان مراد ہیں۔[86] مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ان میں محارم اور اقارب کو یہاں تک کہ سمجھدار نابالغ بچوں اور مملوکہ لونڈیوں کو بھی استیذان کا پابند کیا گیا ہے کہ ان تین اوقات خلوت میں ان میں سے کوئی کسی کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت کے نہ جائے کیونکہ ایسے اوقات میں ہر انسان آزاد بے تکلف رہنا چاہتا ہے۔ زائد کپڑے بھی اتار دیتا ہے اور کبھی اپنی بیوی کے ساتھ بے تکلف اختلاط میں مشغول ہوتا ہے۔ ان اوقات میں کوئی ہوشیار بچہ یا گھر کی عورت یا اپنی اولاد میں سے کوئی بغیر اجازت کے اندر آجائے تو بسا اوقات وہ ایسی حالت میں پائے گا جس کے ظاہر ہونے سے انسان شرماتا ہے اس کو تکلیف پہنچے گی۔[87]

وہ تین اوقات اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیے ہیں۔ نماز فجر سے پہلے، دوپہر کے وقت قیلولہ کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ علیٰحدگی کے اوقات ہیں جس میں انسان مصروف رہتا ہے۔ بخلاف ساری رات کہ وہ خلوت کا وقت تو ہے لیکن اس میں مصروفیت نہیں ہوتی۔

---

[83] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 299:8

[84] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 444:4

[85] رازی، امام، **تفسیر کبیر**، 24-28:24

[86] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 299:8

[87] ابن عربی، محمد بن عبد اللہ، علامہ، **احکام القرآن**، 1397:3

کیونکہ ہر کوئی نیند میں مستغرق ہوتا ہے۔ یہ تینوں اوقات خلوت اور مصروفیت کے ہیں۔ لہٰذا عوام الناس کو گھروں کے اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا تاکہ وہ کسی ناپسندیدہ منظر کو نہ دیکھ سکیں۔[88] عکرمہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے دو آدمیوں نے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے پردے کے ان تین اوقات میں اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ ستر کرنے والا ہے اور ستر کو پسند کرتا ہے۔ لوگوں کے گھروں کے باہر پردے نہیں ہوتے تھے اور نہ ان کے گھروں پر حجاب ہوتا تھا۔ بسا اوقات اچانک اس کے گھر میں اس کا خادم یا اس کا بیٹا یا اس کی لے پالک بیٹی آجاتی اور وہ اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں اجازت طلب کر کے گھر میں داخل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت اور کشادگی کر دی اور انہوں نے اپنے گھروں میں پردے ڈال دیے اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کا پردے ڈال دینا کافی ہے اور اب اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔[89] اس روایت کو مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی بیان کیا ہے۔[90] مفتی صاحب "الذین ملکت ایمانکم" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ غلام اور لونڈی دونوں پر حاوی ہیں ان میں مملوک غلام جو بالغ ہو وہ تو شرعاً اجنبی غیر محرم کے حکم میں ہیں اس کی آقا اور مالک عورت کو بھی اس سے پردہ کرنا واجب ہے۔ اس لئے یہاں اس لفظ سے مراد لونڈیاں یا مملوک غلام جو بالغ نہ ہوں جو ہر وقت گھر میں آنے جانے کے عادی ہیں۔[91] اس کے بعد فرمایا تم پر اور ان پر کوئی گناہ نہیں کہ ان اوقات کے بعد اجازت لیے بغیر آئیں ایک دوسرے کی خدمت کریں اور خصوص وصیت کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس جمع ہوں۔ طوافوں کا مطلب کثرت سے گردش ہے۔[92] اس سے ملتی جلتی بات مفتی صاحب نے بھی بیان کی ہے۔[93] اس آیت کے منسوخ ہونے میں یا جاری رہنے میں فقہاء کا اختلاف ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ موسیٰ بن ابی عائشہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے اس آیت کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔[94] مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کچھ لوگ اس کی احتیاط کریں کہ ان اوقات میں بھی اعضائی مستورہ کو چھپانے کی عادت ڈالیں اور بیوی سے اختلاط بھی بجز اس صورت کے نہ کریں کہ کسی کے آنے کا احتمال نہ رہے۔ جیسے عموماً یہ عادت بن گئی ہے تو اس صورت میں یہ

---

[88] ایضاً، 6:445

[89] ابن ابی حاتم، **تفسیر ابن ابی حاتم**، رقم الحدیث، 14787

[90] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 6:447

[91] ایضاً، 6:446

[92] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 8:300-299

[93] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 6:445

[94] ابن ابی حاتم، **تفسیر ابن ابی حاتم**، رقم الحدیث، 14790

بھی واجب نہیں رہتا کہ اپنے اقارب اور بچوں کو استیذان کا پابند کریں اور نہ اقارب پر واجب پر واجب رہتا ہے البتہ مستحن اور مستحب ہونا ہر حال میں ہے۔[95]

اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ جب لوگوں کے گھروں میں دروازے اور پردے نہیں تھے اس وقت اس آیت کے حکم پر عمل کرنا واجب تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا کر دی تو اب اس حکم پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔[96] حضرت ابن عباسؓ بھی فرماتے ہیں جو روایت بیان کی جاچکی ہے۔[97] ثلات مرات کا معنی تین اوقات ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت میں تین مرتبہ اجازت لینا ضروری ہے۔[98]

گفتگو کے آخر میں عبداللہ بن عباسؓ کی یہ حدیث نقل کرتا ہوں جس میں انہوں نے فرمایا تین آیتیں ایسی ہیں جن پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ایک یہ آیت

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ '' [99]

دوسری یہ آیت

''واذ حفر القسمۃ اولوالقربی''[100]

جس میں تقسیم میراث کے وقت وارثوں کو غیر واثوں کو بھی دینے کی ترغیب دی گئی تھی۔

تیسری یہ آیت

''ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم''[101]

جس میں متقی کو عزت والا اور مکرم کہا گیا لیکن لوگ اس کو معزز سمجھتے ہیں۔ جس کے پاس پیسہ ہو، مکان کوٹھی ہو اور بنگلہ شاندار ہو[102]

اس حدیث کو مفتی محمد شفیع صاحب بھی بیان کرتے ہیں۔[103] اس مکمل گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ حکم صرف اور صرف نابالغ بچوں اور غلاموں (مرد اور عورت) کے بارے میں ہے کہ والدین کے اپنے بچے بھی اور وہ غلام جو خدمت گار ہیں جس کمرے

---

[95] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 446:6

[96] غلام رسول سعیدی، **تبیان القرآن**، (لاہور: فرید بک سٹال، اردو بازار، 1425ھ)، 184:8

[97] ابو داؤد، **سنن ابو داؤد**، رقم الحدیث، 5122

[98] قرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، 282:12

[99] النور:24:59,58

[100] البقرۃ:2:180

[101] الحجرات:49:13

[102] ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، 637:3

[103] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، 446:6

میں بیوی اور شوہر موجود ہوں تو ان تین اوقات میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ شیرازی صاحب والدین کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں بعض اوقات ماں باپ غفلت برتتے ہیں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں اور بچوں کے سامنے ایسی حرکتیں کرتے ہیں جو کہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے بعض اوقات اخلاقی بے راہ روی کا یا نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شیرازی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ہم خود ایسے افراد سے ملے ہیں جنہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اس امر سے ماں باپ کی بے توجہی کی وجہ سے اور ماں باپ کو حالت خلوت میں مشغول دیکھنے کی بناء پر بچوں میں جنسی جذبات بھڑک اٹھے اور اسی وجہ سے شدید نفسیاتی کیفیت اور ماں باپ سے نفرت پیدا ہوئی کہ وہ انہیں قتل کرنے پر تُل گئے۔ ماں باپ کو نصیحت پکڑنی چاہیے ان آداب واحکام کو سنجیدگی سے اپنائیں اور اپنی اولاد کو اپنے کمرے میں آنے کے لئے اجازت کا عادی بنائیں۔[104] حدیث پاک رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں جب بچہ گہوارے میں پڑا دیکھ رہا ہو اس وقت مباشرت نہ کرو۔[105]

بالغ لڑکوں کا داخلہ کے لئے ہر وقت اجازت طلب کرنا ضروری ہے

آزاد لڑکے جب بالغ ہو جائیں تو گھر میں داخل ہونے کے لئے یا والدین کے کمروں میں داخل کے لئے اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔

''واذ بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنو''

لفظ حلم، عقل کے معنی میں آیا ہے اور بلوغ کے لئے کنایہ ہے۔ کیونکہ بلوغت کے ساتھ عموماً انسان کو عقلی اور فکری تحرک بھی ملتا ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ ''حلم'' خواب دیکھنے کے معنی میں ہے اور چونکہ نوجوان بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے خواب دیکھتے ہیں جو ان کے احتلام کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا یہ لفظ کنائے کے طور پر بلوغ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

بہر حال اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بالغوں کا حکم نابالغوں سے مختلف ہے۔ کیونکہ نابالغ بچوں کے ذمہ صرف تین اوقات میں اجازت لینا ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی اور بود وباش ہی ایسی ہوتی ہے کہ ان کا ماں باپ کے پاس بہت آنا جانا ہوتا ہے اگر ہر وقت وہ اجازت لیں تو مشکل ہو جائے۔[106] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب آزاد لڑکا بالغ ہو جائے تو وہ کسی شخص اور اس کی بیوی کے ہاں کسی بھی وقت بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں اور جس طرح اور مرد گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرتے ہیں وہ بھی اجازت طلب کریں۔[107] سعید بن جبیر نے کہا جب وہ اپنے باپ دادا کے گھر جائیں تو اجازت طلب کریں خواہ وہ مذکورہ تین اوقات ہوں یا دن رات کا کوئی بھی وقت۔[108] یہ حکم اس جگہ اور کمرے کے لئے ہے جس میں ماں باپ آرام کر رہے ہوں ورنہ عمومی کمرے

---

[104] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 8:3-302

[105] علامہ باقر مجلسی، **بحارالانوار** (تہران: المکتبہ اسلامیہ)، 10:295

[106] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 8:300

[107] ابن ابی حاتم، **تفسیر ابن ابی حاتم**، رقم الحدیث، 14819

[108] ایضاً، رقم الحدیث، 14822

میں جہاں دوسرے لوگ بھی ہوں اور کوئی رکاوٹ یا ممانعت کبھی نہ ہو اجازت لیناضروری نہیں۔ "کما استاذن الذین من قبلھم" کا جملہ ان بڑے افراد کی طرح اشارہ ہے کہ جو ہر وقت ماں باپ کے پاس ان کے کمرے میں جاتے ہوئے اجازت لینے کے ذمہ دار ہیں۔ اس آیت میں جو ابھی نئے سن بلوغ میں داخل ہوئے انہیں بڑوں کی طرح اجازت لینے کا حکم دیا جارہا ہے۔ آیت کے آخر میں بطور تاکید اور توجہ دلانے کے لئے فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں واضح کرتا ہے اور وہ علم و حکیم ہے۔[109]

خلاصہ بحث

عرب معاشرے میں کئی ایسی خرافات پیدا ہو چکی تھیں جو نہ صرف خلاف شرع تھیں بلکہ خلاف عقل بھی تھیں۔ ان میں سے ایک بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا تھا۔ اسلام نے تدریجاً ان تمام پہلوں کا سد باب کیا جن سے کسی بھی طرح سے معاشرے کو ٹھیس پہنچ سکتی تھی۔ اسلام نے تمام لوگوں کو کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا اور سلام کی ترغیب دی۔ اگر اجازت ملے تو اندر داخل ہوں اور کسی بھی وجہ سے اگر اجازت نہ دی جائے تو برا منائے بغیر واپس چل دیں بلکہ گھر کے اپنے افراد بھی اگر داخل ہوں تو گھر میں موجود عورتوں سے اجازت طلب کریں اور اس کی وجہ بھی بتلائی کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنی ماوں اور بہنوں کو اس حالت میں دیکھو جو تم پر ناگوار گزرے۔ اور اسی سے دور حاضر میں ٹیلی فون پر اجازت کا استدلال بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی تین دفعہ کال کرنے کے باوجود آپ کو جواب نہیں دے رہا تو مت کریں۔ لیکن ایسے مقامات جہاں کسی کی رہائش نہ ہوں تو وہاں اجازت لینا ضروری نہیں ہے جیسا کہ مسافر خانہ وغیرہ۔ اسلام نے استیذان عام کے ساتھ استیذان خاص کے احکامات بھی جاری فرمائے ہیں کہ اولاد بھی اپنے والدین کے کمروں میں بلا اجازت مت داخل ہو اور تین اوقات میں خصوصی طور پر اس کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔ یہ دراصل وہ عوامل ہیں جن کی بناء پر دین اسلام کا معاشرے کی نئی نسل کی تربیت کرنا مقصود ہے لیکن بد قسمتی سے ان روایات اور احکامات پر عمل معاشرے میں کم ہوتا جارہا ہے جس کے نافذ کرنے کی اس دور میں ضرورت ہے تاکہ ایک مستحکم معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

[109] مکارم شیرازی، **تفسیر نمونہ**، 300:8